اسلام کی حکمرانی کے لیے حکومت ہاتھ میں لینے کا شرعی طریقہ نصرۃ ہے، اور یہ اہل قوت کی ذمہ داری اور اجر عظیم کا باعث ہے

بلال المہاجر، پاکستان

بحیثیت مسلمان ہم جب بھی نصرۃ کا لفظ سنتے ہیں، ہمارے ذہنوں میں رسول اکرم ﷺ کا کردار ایک مثال بن کر اُبھر آتا ہے۔ آنحضرت ﷺ عرب کے قبائل سے حمایت وحفاظت اور نصرت کا مطالبہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو ان قبائل پر پیش کرتے تھے۔ آپ ﷺ کی سیرت میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔ لہٰذا یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ نصرۃ کے حقیقی معنی کیا ہیں؟ یعنی نصرۃ کیا ہے؟ کون اس کو طلب کرتا ہے؟ یہ کس سے طلب کی جاتی ہے؟ اس کا مقصد کیا ہوتا ہے؟

لغت میں نصرۃ تعاون، مساعدت، تائید وحمایت کو کہتے ہیں، مثلاً ستم رسیدہ لوگوں کی نصرت۔ یہ صرف اہلِ طاقت وقوت سے طلب کی جاتی ہے جو صاحب دعوت کے ساتھ تعاون اور اس کی تائید وحمایت کی قدرت رکھتے ہوں۔ بسا اوقات اہلِ نصرۃ کی طرف سے اعلان ہونے اور ان سے نصرۃ کا مطالبہ کرنے والے صاحب دعوت کی طرف داری کرنے سے ہی نصرت ہو جاتی ہے، جیسے کسی مظلوم کی دادرسی کیے جانے پر اس کی نصرت ومدد کا کام پورا ہو جاتا ہے۔ مگر جب اسلامی فکر کو پھیلانے کے لیے باہمی تعاون اور اس کے پھیلاؤ کے لیے معاون اور مناسب ماحول پیدا کرکے اس کی حمایت کرنے کے لیے نصرۃ طلب کی جائے، لہٰذا یہ نصرۃ اس وقت وجود میں آتی ہے جب کہ جیسے ہی اہل قوت وطاقت اس فکر اور اسکے طریقے (دعوت پھیلانے کی دعوت) پر ایمان لے آئیں اور ایسی حالت میں اہل قوت وطاقت سے نصرۃ کے مطالبے کا حکم اس وقت تک بدستور باقی رہتا ہے جب تک دعوت اپنی منزل مقصود کو پہنچ جائے اور اپنی حفاظت خود آپ کرنے کے قابل ہو جائے۔ اگرچہ اس دعوت میں پیش کیے جانے والے فکر اور طریقے پر ایمان لانے سے ہی نصرت بہر حال ثابت ہو ہی جاتی ہے۔ بلکہ ایسی حالت میں اہل نصرت خود اس فکر میں ڈھل جاتے ہیں اور وہ مکمل طور پر اس دعوت کا جز بن جاتے ہیں، جیسا کہ اوس وخزرج کے قبیلوں کے ساتھ پیش آیا، جنہیں سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی دعوت کے لیے اہل نصرۃ بننے کا شرف حاصل ہوا۔ شروع میں انہیں انصار کہا گیا اور جو صحابہ کرام آپ ﷺ کے ساتھ مدینہ ہجرت کر آئے تھے وہ مہاجرین کہلائے، تا آنکہ یہ دعوت مضبوط ہوتی گئی اور ایک توانا وطاقتور دعوت کی شکل اختیار کر گئی جس کا نام اسلام اور جس کی ریاست خلافت کہلائی۔ اب نصرت وہجرت کے ناموں کو استعمال کرنے کی ضرورت صرف تاریخی اور دستاویزی پہلوؤں تک محدود ہو گئی، اس کے بعد نہ انصار رہے نہ مہاجرین، بلکہ اسلامی فکر کے قالَب میں ڈھلے ہوئے مسلمان ہی رہے، جیسا کہ ان مسلمانوں کے علاوہ عرب وعجم کے دیگر قبائل اس فکر میں ڈھل گئے۔

دعوت کے کام میں ہمارے پیارے رسول ﷺ کی سیرت کا مطالع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ تین مراحل میں اپنی دعوت لے کر چلے، یہاں تک کہ اللہ کے اذن سے آپ ﷺ کے لیے "ما انزل اللہ" کے مطابق حکومت کرنے کا فریضہ ادا کرنا ممکن ہوا۔ چونکہ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکومت کرنا مسلمانوں پر فرض ہے، لہٰذا اس فریضے کی بجا آوری کا طریقہ بھی مکمل طور پر رسول ﷺ کے طریقے سے اخذ کرنا ضروری ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر فرض عمل میں ہم ایسا ہی کرتے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے ہم پر جہاد کرنا اور حدود قائم کرنا فرض کر دیا ہے، جہاد کیسے کریں یا حدود کیسے قائم کریں، یہ رسول کریم ﷺ نے ہمیں سکھایا، اس حوالے سے آیات واحادیث بہت زیادہ ہیں۔ سو کسی عمل کو تو اللہ تعالیٰ فرض کر دیتے ہیں جبکہ اس کو ادا کرنے کا طریقہ رسول اللہ ﷺ بیان کرتے ہیں۔ اس لیے کسی بھی شخص کے لیے خواہ وہ کوئی بھی ہو، کسی فرض کی ادائیگی کے لیے کوئی ایسا طریقہ گھڑ لینا جائز نہیں، جو رسول کریم ﷺ کے متعین کردہ طریقے سے ہٹ کر ہو۔ فی زمانہ جب کہ "ما انزل اللہ" کے مطابق کہیں بھی کوئی ریاستی نظام موجود نہیں، ہم "ما انزل اللہ" کے مطابق حکومت کرنے کا فریضہ کیسے انجام دیں؟ رسول اکرم ﷺ کی سیرت کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی دعوت کو حکومت کی دہلیز تک لیجانے میں تین مرحلوں کو طے کیا:

پہلا: تثقیف کا مرحلہ، جو ان لوگوں کے لیے تھا جو آپ ﷺ کی دعوت پر ایمان لے آتے۔ آپ ﷺ اپنے آس پاس کے لوگوں تک فرداً فرداً دعوت پہنچانے لگے، تا آنکہ کچھ مرد اور خواتین آپ ﷺ کی رسالت اور دعوت پر ایمان لانے لگے۔ آپ ﷺ نے ان کو تعلیم دینا شروع کیا اور پروردگار کی طرف سے اترنے والی وحی کے ذریعے ان کی تربیت کرتے تھے، اس کام کے لیے دارِ ارقم کو استعمال کرتے تھے اور ان کو یہ جدید دین سکھانے لگے۔ یہ سب کچھ اللہ کے امر اور حکم کے مطابق انجام دے رہے تھے۔

دوسرا: آپ ﷺ کے گردوپیش میں موجود مکی معاشرے کے ساتھ تفاعل (باہمی تال میل) کا مرحلہ اس وقت شروع ہوا جب آپ ﷺ کے پاس اس دعوت کو ماننے والا ایک مومن گروہ وجود میں آیا، اس گروہ نے مکے میں علی الاعلان دعوت کے کام کا اظہار کیا، کیونکہ یہی اللہ کا حکم تھا (فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ)"سو آپ کو جس چیز کا حکم دیا جاتا ہے اسے کھل کر بیان کر دیں اور مشرکین کی پرواہ نہ کریں"۔ چنانچہ مکہ میں صحابہ کرام کی دو صفیں نعرہ تکبیر اور لا الہٰ الا اللہ کے زمزموں سے سرشار ہو کر نکلیں، یہ اس گروہ کے وجود میں آنے کا اعلان تھا جو اسلام کی دعوت لے کر اٹھی تھی۔ اس کے ساتھ ہی تفاعل اور مکی سماج کے ساتھ ٹکراؤ کا آغاز ہوا، جب کہ تثقیف وتربیت کا سلسلہ بھی بدستور جاری تھا۔ اسی مرحلے کے آخر میں طلب نصرۃ بھی شروع ہوئی، یہ بھی اللہ ہی کے امر سے اس وقت ہوا جب دعوت کے سامنے مکی معاشرے کا احساس پتھر کی طرح منجمد ہو کر رہ گیا۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ حج کے تہواروں میں عرب قبائل پر اپنے آپ کو پیش کرنے لگے، اس پیش کش میں آپ ﷺ ان سے نصرت وحمایت کا مطالبہ کرتے تھے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بات پہنچا سکے۔

تیسرا: حکومت ہاتھ میں لینا اور ریاست کا قیام؛ یہ اس وقت ہوا جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول کریم ﷺ پر یہ احسان کیا گیا کہ انصار نے رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے دین کی نصرت کے لیے لبیک کہا، پھر انہوں نے آنحضرت ﷺ کو بیعت دی، اس کو بیعت عقبہ ثانیہ کہتے ہیں، اس کے بعد ہی آپ ﷺ نے مدینہ ہجرت فرمائی اور ریاست کو قائم کیا۔

ہماری بحث اس نصرت سے متعلق ہے جس کے بعد ہجرت واقع ہوئی تھی، چنانچہ ہمارے لیے سیرت مصطفیٰ ﷺ کی طرف مراجعت کرنا ضروری ہے تاکہ ہمارے اس دعوے کی تحقیق کی جائے کہ جو ہم کہتے ہیں وہ آپ ﷺ کے عمل کے مطابق ہے، کیونکہ آپ ﷺ کی ذات ہی ہمارے لیے اسوہ، نمونہ اور مثال اور آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ دس سنہ نبوی، یعنی ہجرت سے تین سال قبل اور آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کی وفات کے بعد جس نے کسی حد تک آپ ﷺ کی مدد وحمایت کا سامان کر رکھا تھا اور جس کی بدولت آپ ﷺ بخیر وعافیت دعوت کا کام سرانجام دے رہے تھے، جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ مکے کا معاشرہ بالکل منجمد ہو کر احساس سے عاری ہو چکا ہے اور اس معاشرے پر نہ تو اسلام کا کچھ اثر ہوا ہے نہ ہی اس میں اسلام اور اسلامی افکار کے حق میں رائے عامہ پیدا ہوئی ہے تو آپ ﷺ کو اللہ کی طرف سے طلب نصرۃ کا حکم آگیا۔ سیرۃ ابن ہشام باب "رسول اللہ ﷺ کا بنی ثقیف کے پاس نصرت طلب کے لیے جانا" کے ذیل میں آیا ہے "ابن اسحاقؒ کہتا ہے: اور جب ابو طالب کی وفات ہو گئی تو قریش نے رسول اللہ ﷺ کو وہ اذیتیں دینی شروع کیں جو آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کی حیات میں نہیں دے سکتے تھے۔ آپ ﷺ ثقیف والوں سے نصرت طلب کرنے طائف تشریف لے گئے اور ان سے اپنی قوم کے مقابلے میں تحفظ کے لیے تعاون طلب کیا۔ ساتھ یہ امید بھی تھی کہ شاید وہ اللہ عزوجل کی طرف سے آنے والے پیغام کو قبول کر لیں، آپ ﷺ اکیلے ان کے پاس روانہ ہوئے"۔ ابن حجرؒ نے فتح الباری شرح صحیح البخاری میں ذکر کیا ہے، تحفہ احوذی اور الکلام لابن حجر میں بھی اسی طرح ہے: حاکم، ابو نعیم اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حسن سند کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ: "مجھے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بتایا: جب اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو قبائل عرب پر اپنے آپ کو پیش کرنے کا حکم دیا، تو آپ ﷺ میرے اور ابو بکر کے ساتھ ہو کر منیٰ کی طرف روانہ ہوئے، ہم بالآخر وہاں عرب کی ایک مجلس میں پہنچ گئے"۔

اس سے معلوم ہوا کہ نصرت طلب کرنے کا حکم اور اس کے لیے وقت کی تعیین اللہ عزوجل کی طرف سے آیا جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی درج بالا گفتگو سے واضح ہے اور چونکہ طلب نصرت کی اہمیت اتنی بڑی ہے کیونکہ یہی وہ عظیم ترین شرعی حکم ہے جس پر آج بھی اسلامی ریاست کے مفقود ہونے کے بعد دوبارہ قائم ہونے کا دارومدار ہے۔ آج بھی اسی کے ذریعے اللہ کا جھنڈا بلند ہو کر لہرائے گا اور کفر کے تہہ بہ تہہ اندھیروں کو نیست ونابود کر دے گا جو "ما انزل اللہ" کے علاوہ سے حکومت کرنے، سرمایہ داریت کے تسلط اور اس پر مرتب ہونے والے المیوں اور بڑے بڑے دل دوز مصائب کی شکل میں چھائے ہوئے ہیں۔ اور

چونکہ اس کی ذمہ داری اس مخصوص گروہ پر ہے جو تبدیلی لانے اور دعوت کو نصرت دینے کی قوت وطاقت اور اہلیت رکھتا ہے۔ اس بنا پر ان لوگوں کی ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے جن کی لبیک پر تبدیلی کا دارومدار ہے، اگر وہ طلب نصرت پر لبیک کہہ دیتے ہیں اور وہ اس عظیم ذمہ داری کو ادا کردیتے ہیں تو ان کا اجر بھی بے پایاں ہو گا، ان کا بدلہ جنت ہو گا جس سے بڑھ کر کوئی اجر ہو نہیں سکتا۔

بلاشبہ اسلام کی نصرت صرف جان ومال کی قربانی، جذبات کے اظہار، رونے پیٹنے یا یہودیوں امریکیوں اور ہندوؤں وغیرہ کو گالیاں چکانے سے نہیں ہوگی بلکہ اسلام کی نصرت ان جیوش (لشکروں) کے حرکت میں آنے سے ہوگی جنہیں عیش وعشرت اور کاہلی کے ماحول کا عادی بنایا گیا ہے، البتہ لشکروں کی حرکت وجنبش میں اس کی ضرورت ہے کہ یہ لشکر ایک ایسے اسلامی نظام کے لشکر ہوں جس کی داغ بیل مسلم سرزمینوں کی حفاظت کے لیے ڈالی گئی ہو۔

ہماری طرف سے ہماری افواج میں سے تمام معزز کمانڈروں اور آفیسرز سے یہ ایک پرجوش پکار ہے:

ہم جانتے ہیں کہ آپ کے اندر مرد اور مردانگی موجود ہے، آپ کے اندر ہیروز موجود ہیں اور بہادری کے کارنامے انجام دینے والے موجود ہیں، ہم جانتے ہیں کہ آپ میں جوشِ حمیت وجوانمردی اور مروت موجود ہے۔ آپ ان لوگوں کی اولاد ہیں جنہوں نے دنیا کو چیمپئن بننا سکھایا، یعنی یہ کہ میدانِ جنگ میں چمپئن شپ کیسے حاصل کرلی جاتی ہے؟۔ تاریخ ان کے بارے میں عورتوں، چھوٹے بچوں اور بزرگوں وغیرہ جیسے پر امن افراد کی حرمتوں کو پامال کرنے کے تذکروں سے خالی ہے۔ خالد بن الولید، سعد، عمرو بن العاص اور صلاح الدین کے بیٹو! ہم یہ بھی جانتے ہیں کے آپ مظلوم مسلمانوں کی مدد ونصرت کے لیے کافی ہیں بشرطیکہ آپ اللہ سبحانہ کے لیے اخلاص دکھائیں، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سچائی کا معاملہ کریں اور اپنے دین کی مدد کریں۔۔۔ اگر آپ نے اس کام کو سرانجام دیا تو اس امت کو آپ سے زیادہ بہتر اسلام اور اہل اسلام کی حفاظت کرنے والا کوئی اور نہیں ملے گا۔۔ سوائے بہادرو، اللہ کے دین کی نصرت کے معالے میں اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، دنیا وآخرت میں عظیم کامیابیاں حاصل ہوں گی۔ اللہ پر توکل کے بعد آپ ہی ہمارے اوس وخزرج ہو، آپ ہی ہماری امیدوں کا محور اور اسلحہ ہو۔۔ آپ اسی طرح دین کی نصرت کا کارنامہ انجام دیں، جیسے اللہ کے دین اور اللہ کے رسول ﷺ کی مدد کرکے انصار نے انجام دیا تھا، ان لوگوں کے لیے جنت الماویٰ کے دروازے کھل گئے، اس سے پہلے کہ ان کے ہاتھوں اللہ کی زمین فتح کی جاتی۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے، نصرت دے دیں اور ان مٹھی بھر لوگوں کا راستہ روکیں جنہوں نے ہمیں رسوائی اور تباہی کے سوا کچھ نہیں دیا۔۔۔ نصرت دے دیں، اس لیے کہ امت کی اکثریت کو ان احمقوں کی وجہ سے زخم پہنچے ہیں اور آپ کی امت کے جسم سے خون رس رہا ہے۔۔۔ نصرت دے دیں، اللہ کے لیے نصرت دے دیں، انشاء اللہ آپ کو اوس وخزرج کا اجر دیا جائے گا، جو رسول اللہ ﷺ کے انصار تھے، اور اس بڑھ کر اللہ کی جنتیں اور اس کی رضا ملے گی۔ ایک دفعہ عزم کرلیا تو بس صرف اللہ پر توکل کریں، وہی بہترین کارساز اور بہترین مددگار ہے۔

حزب التحریر، جس نے ایک نظام حیات کی حیثیت سے آپ کو اسلام کی طرف لوٹنے کی دعوت دی اور اس دعوت میں محمد مصطفیٰ ﷺ کے نہج پر چلی، اس نے رسول اللہ ﷺ سے اخذ کردہ اپنے طریقے کو واضح کیا، تاکہ آپ کو اس کی آگاہی ہو اور اسی کو اپنا کر اس طریقے کی مدد کریں۔ یہ حزب صرف اللہ وحدہ سے اس بات کی امید رکھتی ہے کہ وہ اپنی طرف سے ہم پر نصرت کے ساتھ احسان کرے گا اور آپ پر بھی احسان کرے گا۔ یہ احسان اس طرح ہو گا کہ وہ آپ کو ہمارا تابع بنائے گا اور آپ ہی اس دین اور اس کی دعوت کی حمایت وحفاظت اور نصرت کرنے والے ہوں گے، وہی تنہا اس کی قدرت رکھتا ہے۔ ہمارا اس پر مضبوط ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ جلد ز جلد اپنے دین کی نصرت کرے گا، کیونکہ اسلامی خلافت کی صبح کی خوشبو سے ہمارے اُفق مہکتے محسوس ہوتے ہیں، اس لیے اے سرحدوں پر مقیم افواج! ہم آپ کو دعوت دیتے ہیں کہ اللہ کے دین اور اس کی دعوت کی نصرت کا یہ موقع ضائع نہ کرنا، اللہ اکبر اور حی علی الفلاح کا نعرہ لگاتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: (إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۖ وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِهِ ۗ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ) "اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب آنے والا نہیں اور اگر وہ تمہیں تنہا چھوڑ دے تو کون ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد کرے، اور مومنوں کو چاہئے کہ وہ اللہ ہی پر بھروسہ رکھیں" (آل عمران:160)۔